مشترکہ خاندانی نظام-شرعی نقطۂ نظر سے

از: مولانا اختر امام عادل قاسمی
مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف سمستی پور، بہار

اللہ پاک نے اس روئے زمین کو انسانوں سے آباد کیا، ان کے آپس میں رشتے ناطے قائم کیے، ایک دوسرے کے ساتھ ضرورتیں وابستہ کیں، باہم تعارف کے لیے خاندانوں اور معاشروں کا سلسلہ جاری کیا، اور حقوق وفرائض کا ایک کامل نظام عطا فرمایا، یہ سب چیزیں ظاہر کرتی ہیں کہ انسان باہم مربوط بھی ہے اور ان کے درمیان کچھ فاصلے بھی ہیں، انسان بہت سے سماجی اقدار وروایات کا پابند بھی ہے اور اپنی پرائیوٹ زندگی میں بہت حد تک آزاد بھی، یہ دونوں چیزیں توازن کے ساتھ ہوں تو گھر اور معاشرہ جنت نظیر بن جاتا ہے اور توازن بگڑ جائے تو وہی گھر اور سماج جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔

انسانی فطرت

انسان فطری طور پر حریت پسند واقع ہوا ہے، وہ سخت اجتماعیت میں بھی انفرادیت کا خواہاں ہوتا ہے اور بے پناہ مشغولیت میں بھی تنہائی کا متمنی ہوتا ہے، اللہ پاک نے انسان کی عجیب خلقت بنائی ہے، وہ سب کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اکیلا رہنا چاہتا ہے اور تنہائی میں بھی وہ اکیلا نہیں ہوتا، ہر شخص کی اپنی شناخت ہے، اپنا ذوق اور مزاج ہے، اپنے مسائل اور ضروریات ہیں اور کوئی شخص زندگی کے کسی بھی مرحلے پر اس کے لیے ہرگز رضامند نہیں ہے کہ اس کی شناخت گم ہوجائے اور اس کے ذوق ومزاج اور شخصی مسائل کو دوسروں کی خاطر نظر انداز کیا جائے، ہر اعتدال پسند انسان چاہتا ہے کہ وہ دوسروں کے کام آئے، مگر دوسروں کے لیے خود اس کی شخصیت فنا نہ ہوجائے، عام انسانی اقدار کا لحاظ واحترام ضروری ہے، مگر اس کی اپنی پرائیویسی بھی ختم نہ ہو، وہ دنیا کے ہر رنگ ونوع کو قبول کرنے کو آمادہ ہے، مگر اس کا اپنا امتیاز بھی برقرار رہنا چاہیے، انسان کے اسی مزاج اور طبقاتی اور

خاندانی رنگارنگی کے اسی راز کو قرآن کریم نے مختصر اور بلیغ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے:

﴿جَعَلْنَاکُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾ (الحجرات:۱۳)

ترجمہ: ہم نے تمہارے اندر مختلف جماعتیں اور خاندان بنائے تاکہ تم باہم پہچانے جاؤ۔

طبقاتی فرق کا مقصد

یہ طبقاتی فرق انسان کے لیے ایک امتحان ہے کہ اس فرق کا استعمال بندہ کس طور پر کرتا ہے؟ قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر ہے:

وَهُوَ الذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَا اٰتٰکُمْ إِنَّ رَبّكَ سریعُ العقابِ وَإِنهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْم (۶:۱۶۶)

ترجمہ: اللہ پاک ہی نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور باہم فرق مراتب رکھا تاکہ تم کو عطا کردہ چیز کے بارے میں آزمائے، بیشک تیرا پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا اور مہربان بھی ہے۔

اسی لیے شریعت مطہرہ نے اپنے تمام قانونی احکام اور اخلاقی ہدایات میں اس فطری تنوع کا لحاظ رکھا ہے، زندگی کا کوئی مرحلہ ہو اسلام نے اپنے کسی بھی حکم میں یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ اس نے کسی فریق یا زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز کیا ہو، یا کسی کی شناخت کو ختم کرنے کی کوشش کی ہو، اسلامی قانون سراپا عدل وانصاف پر مبنی ہے، اسی بنیاد پر یہ دین قیم اور دین فطرت ہے، اسلام کے نزدیک عدل ہی تقویٰ کا معیار ہے۔

قرآن کی ہدایت ہے کہ سخت سے سخت حالات میں بھی عدل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے:

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ للتقویٰ (مائدہ:۸)

ترجمہ: انصاف کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

احکام وہدایات میں ہر طبقہ کی رعایت

ہم مثال کے طور پر اسلام کی چندان ہدایات کا تذکرہ کرتے ہیں، جن کا تعلق دو مختلف المراتب فریقین سے ہے اور جن سے انسان کو روز وشب دوچار ہونا پڑتا ہے:

❁ والدین اور اولاد دو مختلف طبقے ہیں، مگر اسلام نے دونوں کے مراتب کا مکمل لحاظ رکھتے ہوئے قانونی ہدایات دی ہیں، ایک طرف والدین کا اتنا عظیم حق بتایا گیا کہ ان کے سامنے اُف تک کہنے کی اجازت نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً (الاسراء:۲۴)

ترجمہ: اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف نہ کہو اور نہ جھڑکو، ان سے اچھے لہجے میں بات کرو اور رحمت وانکسار کے ساتھ ان کے آگے جھک جاؤ اور ان کے لیے دعا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما، جس طرح انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔

احادیث میں والدین کے حق کو جہاد فی سبیل اللہ سے بھی مقدم بتایا گیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں:

﴿قُلْتُ يَا رسولَ اللّٰهِ أيُّ العَمَلِ أحبُّ إلى اللّٰهِ؟ قَالَ: الصلاةُ على وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ أيٌّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قُلْتُ ثُمَّ أيٌّ؟ قالَ الجهادُ فى سبيلِ اللّٰه﴾

(بخاری مواقیت الصلوٰۃ: ۵۰۴، مسلم کتاب الایمان ۸۵، ترمذی باب البر والصلۃ ۱۸۹۸، نسائی المواقیت ۶۱۰، احمد ۱/۴۳۹، دارمی الصلوٰۃ ۱۲۲۵)

ترجمہ: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ پاک کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، وقت پر نماز پڑھنا، میں نے عرض کیا، اس کے بعد کس عمل کا درجہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔

دوسری طرف والدین کو اپنی اولاد کے حقوق کی طرف توجہ دلائی گئی اور انسان پر اولاد کی تعلیم وتربیت کی پوری ذمہ داری ڈالی گئی اور کہا گیا کہ اس سلسلے میں اللہ کے دربار میں ان کو جوابدہی کا سامنا کرنا ہوگا، ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

﴿وَالرَّجُلُ رَاعٍ فى أهلِهِ وَمَسْئُولٌ عن رَعِيَّتِهِ﴾ (بخاری باب الجمعہ: ۸۵۳)

ترجمہ: مرد اپنے گھر والوں کا نگراں ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اولاد کو انسان کی سب سے بڑی پونجی اور صدقۂ جاریہ قرار دیا گیا، ارشادِ نبوی ہے:

﴿إذا مَاتَ العبدُ انقطعَ عَمَلُهُ إلّا مِنْ ثلاثٍ: صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ أو عِلمٌ يُنْتَفعُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ أو وَلدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لهُ﴾ (مسلم الوصیۃ:۱۶۳۱)

ترجمہ: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل بند ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے کہ ان کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے: (۱) صدقۂ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے بعد میں بھی نفع اٹھایا جاسکے (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔

❁ نکاح کے باب میں اولیاء کو ہدایت دی گئی کہ بالغ لڑکیوں کا نکاح ان کی مرضی کے بغیر نہ کیا جائے، ورنہ نکاح درست نہیں ہوگا۔

﴿وَالبِكْرُ تُسْتَأذَنُ فى نَفْسِها وَإذْنُها صمَاتُها، متفق عليه﴾ (مشکوٰۃ باب الولی فی النکاح ص:۲۷۰)

ترجمہ: کنواری لڑکی سے اجازت لی جائے گی، اور اس کی اجازت کا مطلب خاموشی ہے۔

دوسری طرف لڑکیوں کو متنبہ کیا گیا کہ اپنے اولیا کے مشورہ کے بغیر نکاح نہ کریں، جو عورت بغیر کسی مجبوری کے ایسا کرے گی وہ بے حیائی اور گناہ کی مرتکب قرار دی جائے گی، ارشادِ نبوی ہے:

﴿أيُّما إمْرأة نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إذنِ وَلِيِّها فَنِكَاحُها بَاطِلٌ، رواه احمد والترمذى﴾ (مشکوٰۃ:۲۷۰)

ترجمہ: جو عورت اپنے ولی کی مرضی کے بغیر اپنا نکاح کرے گی اس کا نکاح باطل ہے۔

❁ میاں اور بیوی گھریلو زندگی کے بڑے ستون ہیں، ازدواجی زندگی میں دونوں کو الگ الگ ہدایات دی گئیں، شوہر سے کہا گیا کہ تمہاری یک گونہ فضیلت کے باوجود ان کے حقوق کے معاملہ میں تم اسی طرح جواب دہ ہو جس طرح کہ وہ تمہارے معاملے میں جواب دہ ہیں:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الذِى عَلَيْهِنَّ بِالمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيهن درجة﴾ (بقرہ:۲۲۸)

ترجمہ: عورتوں کا مردوں پر اتنا ہی حق ہے، جتنا مردوں کا ان پر ہے؛ البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

جو لوگ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھے طور پر رہتے ہیں، ان کو سوسائٹی کا اچھا آدمی قرار دیا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُكُم خيْرُكُم لِاَهْلِهِ وَأنَا خَيْرُكُم لِاَهْلِى الحديث رواه الترمذى والدارمى.

(مشکوۃ باب عشرۃ النساء: ۲۸۱)

تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔

عورتوں کی دلدہی کا اس قدر خیال رکھا گیا کہ ان کی جبری اصلاح سے بھی روکا گیا، ارشاد فرمایا گیا:

﴿إنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَلَنْ تَسْتَقِم لكَ على طريقةٍ فإن اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِها وَفِيْها عِوَجٌ وَإنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُها كَسَرْتَها وَكَسْرُهَا طَلَاقُها﴾ (صحیح مسلم الرضاع: ۱۴۶۸)

ترجمہ: بیشک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور وہ کبھی تمہارے ایک راستے پر سیدھی نہیں چل سکتی، پس اس سے جو نفع اٹھا سکتے ہو اٹھالو، اس میں کجی ہے اگر تم اس کو ٹھیک کرنے کے درپے رہے تو اس کو توڑ ڈالوگے، توڑنے کا مطلب طلاق ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

﴿لَایفركُ مؤمنٌ مؤمنةً إن كَرِهَ منها خُلُقاً رَضِيَ منها خُلُقاً آخرَ﴾ (مسلم الرضاع ۱۴۶۹، احمد ۲/۳۲۹)

ترجمہ: کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے نفرت نہ کرے؛ اس لیے کہ اگر ایک بات ناپسند ہوگی تو دوسری کوئی بات ضرور پسند آئے گی۔

دوسری طرف عورت کو تنبیہ کی گئی کہ:

﴿لَوْ كُنْتُ آمِراً أحداً إن يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لأمرتُ المرأةَ تَسْجُدُ لِزَوْجِهَا وَلو أَمَرَهَا أنْ تَنْتَقِلَ مِنْ جَبَلَ أصفرَ إلى جَبَلِ أسودَ وَمِنْ جَبَلِ أسودَ إلى جَبَلِ أَبْيَضَ كَانَ ينبغى لَها أنْ تَفْعَلَهٗ﴾ (رواہ احمد والترمذی الرضاع ۱۵۹، مشکوۃ باب الخلع والطلاق ص ۲۸۳)

ترجمہ: اگر میں کسی کو کسی کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے اور اگر شوہر حکم دے کہ زرد پہاڑ سے سیاہ پہاڑ پر چلی جائے اور سیاہ پہاڑ سے سفید پہاڑ کی طرف منتقل ہو تو عورت کو یہ حکم مان لینا چاہیے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

﴿إذَا دَعَا الرَّجُلُ إلى فِرَاشِهٖ فَأبَتْ أَنْ تَجِیءَ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا المَلائِكَةُ

حَتی تَصْبحَ﴾ (بخاری باب بدء الخلق ۳۰۶۵، مسلم النکاح ۱۴۳۶)

ترجمہ: مرد اگر اپنی بیوی کو اپنے پاس بلائے اور عورت آنے سے انکار کردے، پھر شوہر اس سے ناراض ہوکر سو جائے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

﴿لَا يَحِلُّ لإمْرأةٍ أنْ تَصُومَ و زَوْجُها شاهدٌ إلّا باذنه، ولا تأذن لأحد في بيته إلا بإذنه﴾ (البخاری، النکاح ۴۸۹۹، مسلم الزکاۃ ۱۰۲۶، احمد ۲/۳۱۶)

ترجمہ: کسی عورت کے لیے درست نہیں کہ شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفل) روزہ رکھے یا کسی کو اس کی مرضی کے بغیر اس کے گھر میں آنے کی اجازت دے۔

شوہر کی رضامندی کو عورت کے لیے جنت میں داخلہ کا وسیلہ قرار دیا گیا، حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أيُّما اِمْرَأةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُها رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ (الترمذی الرضاع ۱۱۶۱، ابن ماجہ النکاح ۱۸۵۴)

ترجمہ: جو عورت مر جائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

ایک طرف امراء وحکام کو عدل وانصاف، ادائے امانت، رحم وکرم، خوف خدا اور قانون کی بالادستی کی تاکید کی گئی، ﴿الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوا مَنْ فِي الأرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ في السَّماءِ﴾ (رواہ ابوداؤد والترمذی: ۴۳۲)

ترجمہ: رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

إعْدِلُوا هُوَ أقْرَبُ لِلتَّقْوىٰ (مائدہ:۸) ترجمہ: انصاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

أنْ تُؤدُّوا الأماناتِ إلىٰ أهْلِهَا وَ إذا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ الآية (نساء:۸)

ترجمہ: امانتیں اہل امانت کے حوالے کرو اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ إمامٍ يُغْلِقُ بابَهٗ مِنْ ذَوِي الْحاجَةِ وَالْخُلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ إلّا أغْلَقَ اللّٰهُ أبْوَابَ السَّماءِ دُوْنَ خُلَّتِهٖ وَحَاجَتِهٖ وَمَسْكَنَتِهٖ (ترمذی ابواب الاحکام ص ۲۲۷)

ترجمہ: جو امام وحاکم ضرورت مندوں سے اپنا دروازہ بند کرلیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کے وقت آسمان کے دروازے بند کرلے گا۔

من ولی من امر المسلمین شیئاً فاحتجب دون خلتھم وحاجتھم وفقرھم وفاقتھم احتجب اللّٰہ عز وجل یوم القیٰمۃ دون خلتہٖ وفاقتہٖ وفقرہٖ (مستدرک حاکم کتاب الاحکام ج۴ص۹۳حیدرآباد)

ترجمہ: جوشخص مسلمانوں کے معاملہ کا ذمہ دار ہونے کے بعد ان کی ضرورت کے وقت سامنے نہ آئے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ضرورت وحاجت کے وقت اس کو نظر نہیں آئے گا۔

الإمام الذی علی الناس راع ھو مسئول عن رعیتہٖ (بخاری کتاب الاحکام۲/۱۰۵۷)

ترجمہ: وہ امام جولوگوں پر مقرر ہے وہ نگراں کار ہے اس سے اس کے زیر نگرانی اشخاص کے متعلق باز پرس ہوگی۔

مامن عبد یسترعیہ اللّٰہ رعیۃ فلم یحطھا بنسجتہٖ إلا لم یجد رائحۃ الجنۃ (بخاری کتاب الاحکام۲/۱۰۵۷)

ترجمہ: جس بندہ کو اللہ کسی رعیت کا نگراں بنائے اور وہ اس کی خیرخواہی پوری نہ کرے تو وہ جنت کی بو بھی نہیں پائے گا۔

دوسری جانب عوام کو اپنے امیر کی ہر جائز امر میں اطاعت کی تلقین کی گئی اور اس کو اللہ اور رسول کی اطاعت کا حصہ قرار دیا گیا، اگر امیر اپنی ذمہ داریوں کے باب میں کوتاہی کا شکار ہو تب بھی اس کو نظر انداز کرکے اپنی ذمہ داریوں کو نباہنے کی ہدایت کی گئی۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿یأیُّھا الذِینَ آمنوا أَطِیعُوا اللّٰہَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأولِی الأمرِ مِنُکم﴾ (النساء:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور اپنے ذمہ داروں کی اطاعت کرو۔

ارشاد نبوی ہے:

﴿علی المرء المسلم السمع و الطاعۃ فیما أحب و کرہ إلا أن یؤمر بمعصیۃ فإذا أمر بمعصیۃ فلا سمع و لا طاعۃ﴾ (البخاری الاحکام ۶۷۲۵،مسلم الامارۃ ۱۸۳۹،الترمذی الجھاد ۱۷۰۷)

ترجمہ: ہر مسلمان پر امیر کی سمع وطاعت ہر معاملہ میں واجب ہے، جی چاہے یا نہ چاہے، الا یہ کہ کسی معصیت کا حکم دیا جائے، اگر امیر معصیت کا حکم دے تو پھر سمع وطاعت واجب نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

یا نبی اللّٰہ! أرأیت إن قامت علینا أمراء یسألوننا حقهم ویمنعوننا حقنا فما تأمرنا؟ فأعرض عنه ثم سأله مرة ثانیة، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اسمعوا وأطیعوا فإنما علیهم ما حملوا وعلیکم ما حملتم﴾ (مسلم الامارۃ ۱۸۴۶، الترمذی الفتن ۲۱۹۹)

ترجمہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق وصول کریں؛ لیکن ہمیں ہمارا حق نہ دیں تو ایسے امراء کے بارے میں آپ کا حکم کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اس بات کو نظر انداز کردو، اس نے دوبارہ یہی سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا کام سمع وطاعت ہے تم پر تمہارے کام کی ذمہ داری ہے ان پر ان کے کام کی ذمہ داری ہے۔

❁ ایک طرف مال والوں کو مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی اور صدقہ وخیرات کے اتنے فضائل بیان کیے گئے کہ بعض صحابہؓ نے اپنا سارا مال ہی صدقہ کردینے کی ٹھان لی تھی۔

پڑوسیوں کا اتنا حق بتایا گیا کہ گھر کے سالن میں بھی ان کو شریک کیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿إذا طبخت مرقة فاکثر مائها وتعاهد جیرانك﴾ (مسلم البر والصلة والآداب ۲٦۲۵، الترمذی الأطعمة ۱۸۳۳، ابن ماجه الأطعمة ۳۳۲٦)

ترجمہ: شوربہ پکاؤ تو پانی بڑھادو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔

لیکن دوسری طرف سوال کرنے اور کسی سے مدد مانگنے کو انسانی غیرت کے خلاف کہا گیا اور اس کو چہرہ پر گدائی کے بدنما داغ سے تعبیر کیا گیا (دیکھئے صحیح بخاری کتاب الصدقات باب من سأل الناس تکثراً، ۱۹۹/۱) اور فرمایا گیا: الیدُ العُلیا خَیرٌ مِنَ الیدِ السُفلٰی (بخاری کتاب الصدقات باب الاستعفاف عن المسئلة ۱۹۹/۱)

ترجمہ: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

❁ ایک طرف انسان کو مواقع تہمت سے بچنے کا حکم دیا گیا تا کہ کسی کو بدگمانی یا قیاس آرائی کا موقعہ نہ ملے تو دوسری طرف اپنے مؤمن بھائیوں کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا حکم دیا گیا اور بہت سے گمانوں کو گناہ قرار دیا گیا اور کسی کی ٹوہ میں رہنے سے منع کیا گیا؛ بلکہ بے اختیار اگر کسی مسلمان کے کسی عیب پر نگاہ بھی پڑ جائے تو اس کو ہر ممکن طور پر مخفی رکھنے کی تاکید کی گئی۔

﴿یٰأَیُّهَا الذین آمَنُوا اِجْتَنِبُوا کثیراً مِنَ الظَّنِ إنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا﴾

(حجرات:ع۲)

ترجمہ: ایمان والو! اکثر گمانوں سے بچو؛ اس لیے کہ بہت سے گمان گناہ ہوتے ہیں۔

عن عقبة بن عامرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من رایٰ عورة فسترها کان کمن أحییٰ موؤدة. (رواہ احمد والترمذی، مشکوٰۃ ص۴۲۴)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کا کوئی عیب دیکھا پھر اس کو چھپالیا تو اس نے گویا کسی دفن شدہ لڑکی کو زندہ کردیا۔

۞ ایک طرف مردوں کو یہ حکم کہ نامحرم عورتوں پہ نظر نہ پڑے اور اپنی نگاہیں نیچے رکھیں۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ. (النور:ع۴)

ترجمہ: آپ ایمان والوں سے کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے پاکی کا باعث ہے۔

دوسری طرف عورتوں کو یہ ہدایت کہ

قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ: اپنے گھروں میں رہیں اور پرانی جاہلیت کی طرح بن سنور کر باہر نہ نکلیں۔

۞ بزرگوں کو حکم کہ چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اور چھوٹوں کو تاکید کہ حد ادب ملحوظ رہے، ارشاد نبوی ہے:

﴿لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا﴾ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة علی الخلق ص ٤٣٢)

ترجمہ: جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

اس طرح کی بیشمار مثالیں ہیں، جن میں شریعت اسلامیہ نے دو طرفہ اور سہ طرفہ ہدایات دے کر لوگوں کے حقوق، ان کی شناخت اور ترجیحات کا تحفظ کیا ہے؛ تاکہ نظام عالم قائم رہے، معاشرتی اقدار و روایات جاری رہیں اور ہر شخص کی ذاتیات بھی محفوظ رہیں، اسلام کسی بھی ایسے فکر و عمل کی اجازت نہیں دیتا جس سے کسی فرد یا اجتماع کا مفاد متاثر ہوتا ہو،.... خاندانی نظام کے مسائل کو سمجھنے کے لیے اسلام کے اس مزاج اور مذاق کو پیش نظر رکھنا ازحد ضروری ہے۔

۞ ۞ ۞